Quarterly Research Journal "Al-Qudwah", Volume 03, Issue 01, Jan-Mar 2025

AL-QUDWAH

ISSN(P): 2959-2062 / ISSN(E): 2959-2054

https://al-qudwah.com

ڈاکٹر سہیل احمد خاں کی نثر میں صوفیا، علما اور مفکرینِ اسلام

Mystics, Scholars and Thinkers of Islam in Dr. Sohail Ahmad Khan' Prose

ABSTRACT

Doctor Sohail Ahmad Khan was an eminent critic of Urdu literature as well as international literature. He had a vast understanding of different literatures of the world. He magnified the vision and knowledge of readers regarding Urdu literature and international literature by his vivid critical essays. Many prominent Islamic personalities have been discussed in his critical work that contributes a lot in the fields of life like poetry, science, Islamic mysticism. The theories, faiths, beliefs and spirituality of these Islamic scholars and mystics have a deep impact on the international literature. Dr. Sohail Ahmad Khan described the wider ideologies of these different pivotal Islamic personalities and their role in literature.

Keywords: *Dr Sohail Ahmad Khan, Islamic scholars and mystics, Critical theories, literatures*.

AUTHORS

Rabiah Fatima*
Ph.D. Scholar Govt College University, Lahore & Lecturer (Urdu) Govt. Zamindar Graduate College, Gujrat, Pakistan:
rabiahnazish@gmail.com

Dr. Naseema Rehman**
Associate professor (Urdu) Govt College University, Lahore, Pakistan:
nasimarehman@hotmail.com

Date of Submission: 11-12-2024
Acceptance: 03-01-2025
Publishing: 28-02-2025

Web: https://al-qudwah.com/
OJS: https://al-qudwah.com/index.php/aqrj/user/register
e-mail: editor@al-qudwah.com

Correspondence Author:
Rabiah Fatima*Ph.D. Scholar Govt College University, Lahore & Lecturer (Urdu) Govt. Zamindar Graduate College, Gujrat, Pakistan.*

مشرق و مغرب کے قدیم و جدید ادب کے نمایاں نقاد ڈاکٹر سہیل احمد خان (۱۸ جولائی ۱۹۴۸ء۔ ۱۳ مارچ ۲۰۰۹ء) اردو ادب کے علاوہ عالمی ادب کا بھی وسیع و غائر مطالعہ رکھتے تھے۔ اپنی مہم جو فطرت کی بدولت علم و ادب کی راہ میں پڑنے والی کئی اِقلیموں کی خاک چھانی تا کہ انسانی ذہن و روح کو بصیرت اور ہدایت کے حقیقی سرچشموں سے روشناس کروا سکیں۔ انہوں نے عالمی ادب کے علاوہ مشرق کی روایتی حکمت اور علم وادب سے بھی اکتسابِ فیض کیا اور اس اسلامی علمی و ادبی پر حکمت روایات کو ایجاز و اختصار سے اپنی تنقیدی کتابوں اور مضامین میں پیش کر دیا جو قارئین کو کائنات کی وسعتوں کے علوم، انوکھے خیالات و نظریات کی طرف مائل کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تمام عمر علم وادب کی آبیاری اس احساس کے تحت کی کہ قدیم وجدید علم کے سوتوں کا اٹوٹ تعلق قائم رہے۔ ان کی اردو ادب کے لیے وقیع خدمات روشن چراغ کی مانند ہیں جس کی روشنی سے فہم و فراست کے در وا ہوتے ہیں۔

ہمہ جہت شخصیت کے مالک ڈاکٹر سہیل احمد خاں تخلیقی و تنقیدی اعتبار سے نظم و نثر یکساں دسترس رکھتے تھے۔ مشرق و مغرب کے ادبی مطالعات اور حالات و واقعات نے نقاد بننے کی سمت راہنمائی کی۔ اردو ادب میں ان کا تخصص تنقید ہے۔ ان کی تنقید ذہن کو جلا بخشنے کا ساتھ بصیرت و کشادگی سے بھی ہمکنار کرتی ہے۔ اپنے منفرد اسلوب میں انہوں نے تنقید نگاری میں عالمی ادب اور علامت نگاری پر توجہ مرکوز کی۔ عالمی ادب سے متعلقہ اسلامی صوفیا، علما، ادبا اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے نامور مشاہیر پر علمی و ادبی مضامین قلمبند کیے۔ جن کے نام اور کام سے عام قاری زیادہ واقفیت

میں اور ایک کتاب "مضامین و مکالمات ڈاکٹر سہیل احمد نہیں رکھتا۔ ڈاکٹر سہیل احمد خاں کی یہ تنقیدی کاوشیں "مجموعہ سہیل احمد[1] خاں (۲۰۰۹)" میں شائع ہوئی۔[2] انتظار حسین، ڈاکٹر سہیل احمد خان کی تنقیدی وشوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سہیل احمد خان کی تنقیدی فکر کو ابھی تک ہم نے الگ الگ مضامین کی صورت میں دیکھا تھا۔ اب جب یہ مضامین یکجا ہو کر ہمارے [3] ہاتھوں میں آئے ہیں تو کچھ اور ہی نقشہ ابھر کر سامنے آیا ہے۔ لگتا ہے کہ کوئی مہم جو ذہن کسی کھوج میں نکلا ہوا ہے۔"

ڈاکٹر سہیل احمد خاں کی تحریریں قدیم و جدید عالمی ادب اور اسلامی ادب کا مخزن ہیں۔ انہوں نے جن قد آور عالمی مشاہیر پر تنقیدی اعتبار سے توجہ دی، ان شخصیات نے ان کے ذہن و فکر کو علمی و ادبی سطح پر متاثر کیا۔ ڈاکٹر سہیل احمد خان کی تحریروں میں مسلم مشاہیر کا ذکر بھی تواتر سے آیا ہے۔ یہ مسلم شخصیات شاعری، نثر، آرٹ، سائنس، سیاست اور معاشرے کے ہر شعبے کی نامور اور بااثر شخصیات ہیں جنہوں نے نہ صرف اسلامی تہذیب و تمدن اور علم و ادب پر گہرے اثرات مرتب کیے بلکہ ان کے نظریات و مشاہدات نے مغربی دنیا سے تعلق رکھنے والوں کے لیے بھی فکر کے نئے در وا کیے۔ ان عالمی اسلامی شخصیات کی تخلیقات سے ڈاکٹر سہیل احمد خاں نے اردو ادب کے لیے خوشہ چینی کی اور اپنی تحریروں میں ان کو معتبر و مستند حوالے کے طور پر برتا۔ ان اسلامی مشاہیر کی تصانیف نظریات اور اصطلاحات کی تشریح و توضیح کیے بغیر ڈاکٹر سہیل احمد خاں کی تحریروں کی تفہیم ممکن ہی نہیں۔ یہ وضاحت قارئین کو ڈاکٹر سہیل احمد خان کی تحریروں کو سمجھنے میں معاونت فراہم کرتی ہے۔ ان اسلامی شخصیات کے متعلق بھرپور آگاہی دینے کے ساتھ ادب کے قاری کا قدیم و جدید اسلامی روایات و حکمت سے بھی مضبوط رشتہ استوار کرتی ہے۔ ذیل میں ان عالمی اسلامی شخصیات کے فکر و نظر کا اس مبسوط انداز سے احاطہ کیا گیا ہے جس انداز سے ان مسلم شخصیات کا ذکر بنیادی متن میں آیا ہے۔

[1] ڈاکٹر سہیل احمد خان، مجموعہ سہیل احمد خاں، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، 2009ء

[2] اشتیاق احمد، مضامین و مکالماتِ ڈاکٹر سہیل احمد خاں، لاہور، کتاب سرائے، 2010

[3] انتظار حسین بحوالہ مجموعہ سہیل احمد خاں لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، 2009

آزاد، ابوالکلام:

(۱۸۸۸ء۔۱۹۵۸ء)عالم دین، انشاء پرداز اور سیاستدان ابوالکلام آزاد کانام محی الدین احمد، کنیت ا بوالکلام اور تخلص آزاد تھا۔ مادری وطن مدینہ اور آبائی وطن دہلی تھا۔مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام فیروز بخت رکھا گیا تھا۔ قرآن مجید مکہ معظمہ ہی میں مکمل کیا۔پندرہ سال کی عمر تک فاضل اساتذہ کے علاوہ جامعہ الازہر، قاہرہ میں بھی تعلیم حاصل کی۔گھریلو ماحول مذہبی اور دینی تھا۔کم عمری میں ہی شعر وشاعری سے شغف پیدا ہوا۔ عبد الواحد خان نے "آزاد" تخلص دیا۔ "نیرنگ عالم" کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا جو آٹھ ماہ تک جاری رہا۔ آزاد "نیرنگ خیال"،"الندوہ"،"لسان الصدق"،"وکیل" جیسے "دارالسلطنت "اخبار کی ادارت بھی کی۔۱۳۔جولائی ء ۱۹۱۲ءمیں کلکتہ سے ذاتی اخبار "الہلال "جاری کیا۔۱۹۱۴ءمیں 4 رسائل سے و ابستہ رہے۔اس اخبار کی ضمانت ضبط ہو گئی۔ ۱۹۱۵ءمیں "البلاغ جاری کیا۔اس کے ساتھ ہی قرآن حکیم کے درس کے لیے "دارالارشاد" کی بنیاد رکھی۔۱۹۱۵ءمیں حکومت بنگال نے انہیں بنگال سے نکال دیا اور "رانچی"میں نظر بند کر دیا۔پہلی جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد رہائی ملی۔تو"تحریک ترک موالات" کے سرگرم رکن بن گئے۔۱۹۲۱ءمیں دوبارہ گرفتار ہوئے۔اور ایک سال کی سزا ہوئی۔آزادی کی جدوجہد میں کئی دفعہ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔[4]

۱۹۴۰ءمیں کانگریس کے صدر منتخب ہوئے۔متحدہ ہندوستان کے حامی تھے۔۱۹۴۲ءمیں گرفتار ہوئے اور ۱۹۴۳ءتک قید میں رہے۔۱۹۴۳ءمیں آزاد کی بیگم کا انتقال ہوا۔۱۹۴۷ءمیں دستور ساز اسمبلی کے ممبر بنے۔پاکستان اور بھارت کی تقسیم کے بعد بھارت کی عبوری حکومت میں وزیر تعلیم و وزیر فنون لطیفہ رہے۔یکم ستمبر کو کلکتے میں اور جنوری ۱۹۴۸ءمیں دہلی میں ہندو مسلم اتحاد کے لیے مرن بھرت رکھا۔۱۹۵۱ءمیں ہندوستان پارلیمنٹ میں کانگریس پارٹی کے ڈپٹی لیڈر منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۲ءکے پہلے عام انتخابات میں پارلیمنٹ کے ممبر بنے اور تعلیم، قدرتی ذرائع اور سائنسی تحقیق کے کے وزیر مقرر ہوئے۔۱۹۵۷ءمیں لوک سبھا کے ممبر منتخب ہوئے اور وزیر تعلیم و سائنسی تحقیقات کے عہدے پر کام کیا۔ آزاد ۲۲ نے۔فروری ۱۹۵۸ءمیں وفات پائی اور جامع مسجد دہلی کے سامنے میدان میں دفن ہوئے۔ گراں قدر تصانیف میں سے "ترجمان القرآن"،"البیان" "البصائر یعنی مقدمۂ قرآن"،"تذکرہ"،"غبار خاطر"،"خطبات"،"جامع الشواہد"،"مکاتیب "،"قول فیصل"،مسئلہ خلافت و جزیرۃ العرب "، انڈیا ونز فریڈم(آزادی ہند)"، اسلامی جمہوریت 5 کے تقاضے"،"اسلام اور آزادی"،"حضرت یوسف "،"کاروان خیال"،"مکالمات آزاد"،"صحاب کہف"بہترین سرمایۂ ادب ہیں ۔

ابن رشد کے(Averroes (۱۱۲۶ء۔۱۱۹۸ء) فلسفی، ریاضی دان، ماہر علم فلکیات، ماہر فن طب اور مقنن ابو الولید محمد بن احمد بن محمد ابن رشد یورپ میں نام سے مشہور تھے اور اندلس کے ممتاز عرب فلسفی قرطبہ میں پیدا ہوئے۔اس کے دادا اور والد قاضی کے عہدے پر فائز رہے۔ابن رشد نے ابن طفیل اور ابن اظہر جیسے مشہور عالموں سے دینیات، فلسفہ، قانون، علم الحساب، علم فلکیات اور طب کی تعلیم قرطبہ سے حاصل کی ۔۱۱۶۹ءمیں خلیفہ یعقوب یوسف کے عہد میں پہلے اشبیلیہ اور اس کے دو سال بعد قرطبہ کے قاضی مقرر ہوئے۔اسی زمانے میں انہوں نے اپنی اہم ترین تصانیف مرتب کی۔ ۱۱۸۲ءمیں ابن یوسف کے طبیب کی حیثیت سے مراکش آئے۔یہاں یوسف کے جانشین یعقوب المنصور کے آغاز حکومت میں بھی خلیفہ کا قرب حاصل ہوا لیکن لوسینا میں جلاوطن کرLucena علمائے دین کی مخالفت کی بنا پر ملحدانہ عقائد کا الزام لگا کر ہسپانوی خلیفہ المنصور نے کفر کا فتویٰ دے کر قرطبہ کے نزدیک دیا۔اس کی سب کتابیں جلا دیں ما سواطب، حساب اور ابتدائی علم ہیئت کی کتابوں کے۔ کچھ عرصے بعد فلسفے پر سے پابندی ختم کر دی گئی۔ابن رشد کو دربار میں بلایا گیا لیکن مراکش

---

[4] شورش کاشمیری، ابوالکلام آزاد آزاد(سوانح وافکار)،لاہور: مطبوعات چٹان،1988، ص:22-31

واپس ۱۰۔ دسمبر ۱۱۹۸ء کو ان کا انتقال ہوگیا۔اور شہر کے قریب "باب تغزوت" کے باہر دفن ہوئے۔انہوں نے ارسطو کے فلسفے)"،" کائنات"Physics"،"طبیعات"(Second Analytical) پر سیر حاصل شرحیں لکھیں۔ارسطو کے رسائل "انالوطیقا ثانی " پر ابن رشد کی لکھی تین شرحیں موجود ہیں۔ان شرحوں "ما بعد الطبیعات"((Soul")"روح Meta Physics)اور "Universe"،الفارابی کی منطق اور ارسطو کی شرحRepublic کے لاطینی، عربی اور یورپی زبانوں میں تراجم ہوئے۔انہوں نے افلاطون کی کتاب "سیاست" کی تنقید بھی لکھی۔ابن سینا کے بعض نظریات پر مباحث اور مہدی ابن تومرت کی کتاب "العقیدہ" پر حواشی تحریر کیے۔[5] ابن رشد کی کتب کے اکیالیس مخطوطے "اسکوریال "میں محفوظ ہیں۔اس وقت دنیا میں ان کی باون تالیفات کے اصل یا تراجم مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں۔ابن رشد کا بنیادی نظریہ تھا کہ انسان کا ذہن محض ایک طرح کی صلاحیت یا طبع ہے جو خارجی کائنات سے ذہانت حاصل کر کے اسے عملی شکل دیتا ہے اور انسان ازخود یا پیدائشی طور پر ذہین نہیں ہوتا۔تمام انسانوں میں ذہانت مشترک ہے۔ شخصی دوام کے نظریہ کو بے بنیاد قرار دیا۔مذہب اور فلسفیانہ حقیقتوں میں تضاد ہونا ممکن ہے۔ابن رشد کی قانون، منطق، قواعد زبان عربی ،علم فلکیات اور طب پر متعدد کتابوں میں سے زیادہ شہرت ان تصانیف نے حاصل کی جو ارسطو کی مابعد الطبیعات کی 6 وضاحت اور تشریح کے سلسلے میں لکھی ہیں۔

ابن سینا، بو علی :

(۹۸۰ء۔ ۱۰۳۷ء) نامور طبیب، ریاضی دان، فلسفی، سائنسدان، ماہر فلکیات اور مفکر ابو علی الحسین ابن سینا "بخارا" کے گاؤں "افشنہ" کے مقام پر پیدا ہوئے۔ والد اسمعیلی فرقے سے تعلق رکھتے تھے اور انہوں نے اپنے بیٹے کو بھی اسی مسلک کی تعلیم کی طرف راغب کیا لیکن ابن سینا نے دس برس میں قرآن مجید، فقہ اور ادب کا مطالعہ کیا۔ابو عبداللہ الناتلی سے منطق، فلسفہ اور ریاضی کی تعلیم لی۔اس کے ساتھ طب اور طبعیات کا علم بھی حاصل کیا۔سولہ سترہ برس کی عمر میں انہوں نے بخارا کے حکمران نوح بن منصور کا کامیاب علاج کیا تو انہیں کتب خانہ شاہی کا مہتمم مقرر کر دیا گیا۔۱۰۰۱ء میں خوارزم میں علی بن مامون کے دربار سے وابستہ ہوئے جہاں ان کی ملاقات البیرونی، العراقی اور ابوالخیر سے ہوئی۔یہاں سے عراق اور جرجان گئے۔ ارسطو کے فلسفے پر ان میں طب گہری نظر رکھتے تھے ۔ ان کی کتاب "الادویہ" طب کی انجیل سمجھی جاتی تھی۔بعض مورخین کے بقول انھوں نے ننانوے کتابیں لکھیں۔[6]

کے موضوع پر "القانون"،"الادویہ"، فلسفہ پر "الشفاء"،منطق پر "الاشارات و التنبیہات "اور مابعد الطبیعیات پر کتاب "النجاۃ" بہت مشہور ہیں۔[7] بارہویں صدی عیسوی میں یورپ میں ان کتب کے متعدد زبانوں میں تراجم ہوئے۔ ہمدان میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

ابن عربی:

(۱۱۶۵ء۔۱۲۴۰ء) صوفی شیخ ابو بکر محی الدین محمد بن علی ، ابن العربی والشیخ الاکبر مرسیہ اندلس میں پیدا ہوئے۔ تعلق عرب کے قبیلے "طے" سے تھا۔ تیس سال تک اشبیلیہ میں قیام کیا اور وہاں مشہور علماء اور صوفیاء سے ظاہری و باطنی علوم حاصل کرتے رہے۔اڑتیس سال کی عمر میں بلاد مشرق کا رخ کیا۔

مصر، ایشائے کوچک، بیت المقدس، مکہ معظمہ، بغداد اور حلب سے ہوتے ہوئے دمشق میں مستقل سکونت اختیار کی۔دمشق میں ہی وفات پائی اور جبل قاسیون میں دفن ہوئے۔ان کے دو بیٹے بھی یہیں مدفون ہیں۔ابن عربی نے پہلی بار اسلام میں وحدت الوجود کا تصور پیش کیا۔اس عقیدے

[5] سید محمد قاسم، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، لاہور: الفیصل، 29-28 ص:2008

[6] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد اول، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1988، ص:525-523

[7] معروف مسلم سائنسدان، لاہور: اردو سائنس بورڈ، 1999، ص:498-487

کی بنا پر انھیں ملحد اور اس عقیدے کو الحاد و زندقہ قرار دیا گیا۔ صوفیا کے ایک گروہ کے مطابق ابن عربی ولی کامل اور شیخ الاکبر ہیں[8]۔ تصانیف کی تعداد ۵۰۰ سے زائد بتائی جاتی ہے جو کہ مبالغہ ہے۔ انہوں نے ۶۳۲ء میں ایک یاداشت مرتب کی تھی جس میں اپنی ۲۵۱ سے زائد کتب کے نام درج کیے۔

ان کی تصنیف "الفتوحات مکیہ" بہت معروف ہے۔ یہ کتاب ۵۶۰ ابواب پر مشتمل ہے۔ تصوف کی کتابوں میں اس کا درجہ بہت بلند ہے۔ ابن العربی کی عارفانہ نظموں کا مجموعہ "ترجمان الاشواق" کے نام سے شائع ہوا اور ڈاکٹر نکلسن نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا۔ دیگر تصانیف میں "فصوص الحکم محاضرۃ الابرار و مسامرۃ الاخیار"، "جامع الحکام"، "الآیات و تسبیحات"، "مفاتح الغیب" اہم ہیں۔[9]

زینت الکعب:

عربی شاعر اور رباعی کے موجد۔ ان کے بارے میں نام کے علاوہ کسی قسم کی معلومات میسر نہیں ہیں۔ ان کا نام ابو دلف کے ساتھ رباعی کے موجد کے حوالے سے لیا جاتا ہے۔ البتہ جدید اردو مؤرخین و ناقدین اس بات کی تردید و مخالفت کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ عربی شاعر ہیں اور رباعی فارسی النسل ہے۔[10] حافظ محمود شیرانی اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے مختلف وجوہات اور دلائل و براہین سے اس امر کی وضاحت کی ہے۔

ابن مسکویہ:

(۹۳۲ء۔ ۱۰۳۰ء) مؤرخ، فلسفی، ماہر حیاتیات و اخلاقیات ابو علی احمد بن محمد بن یعقوب مسکویہ ایرانی النسل تھے۔ اپنی تمام تالیفات عربی زبان میں تحریر کیں۔ آل بویہ کے ہاں اعلیٰ مناصب پر فائز رہے۔ "تجارب الامم" کے نام سے تاریخ عالم لکھی جو طوفان نوح سے شروع ہو کر ۳۶۹ھج (۹۷۹ء) پر ختم ہوتی ہے۔ ابن مسکویہ کی اخلاقیات کے موضوع پر لکھی کتاب "تہذیب الاخلاق و تطہیر الاعراق" کے نام سے ہے جسے نصیر الدین طوسی نے کچھ اضافہ کر کے فارسی میں منتقل کیا اور اس کا نام "اخلاق ناصری" رکھا۔ "آداب العرب والفرس" ایرانیوں، ہندوؤں، رومیوں، عربوں اور مسلمانوں کی تصانیف سے ماخوذ اقوال پر مبنی ہے۔ "النوز الاصغر" میں تین مسائل صانع (خالق کائنات)، روح یعنی نفس اور نبوت کے بارے میں بحث ملتی ہے۔ "الشوامل" ابو حیان التوحیدی کی کتاب "العوامل" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ کل ایک سو اسی سوالات ہیں جو اخلاقی، فقہی، فلسفی، لغوی، کلامی اور ادبی مسائل کے بارے میں ہیں۔ آزاد خیال مفکر تھے اور تمام عمر، دولت محنت "حجر اعظم" کی تلاش میں صرف کی۔ ابن مسکویہ نے اصفہان میں وفات پائی اور وہیں محلہ "خواجو" میں دفن ہیں۔[11]

ابو بن ادھم:

(۷۷۶ء سے ۷۸۳ء تاریخ پیدائش۔ ۸۷۶ء سے ۸۹۴ء تاریخ وفات)) صوفی، بزرگ، بلخ کے شہزادے خواجہ ابو اسحاق ابراہیم بن ادہم بن سلیمان بن منصور بن یزید بن جابر مکہ میں پیدا ہوئے۔ درویشی اور تصوف کی خاطر تخت کو ٹھکرا دیا۔ تارک الدنیا ہو گئے اور صحرا نوردی کرنے لگے۔ نو برس تک نیشاپور کے غار میں ریاضت کرتے رہے۔ ایک روایت کے مطابق چالیس سال تک گریہ زاری اور صحرا نوردی کی۔ پھر مکہ پہنچ کر حج کیا۔ کچھ عرصہ وہاں عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔ سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے علاوہ متعدد بزرگان دین سے شرف

---

[8] ء،ص زاہد حسین انجم، اردو انسائیکلوپیڈیا (چوتھا ایڈیشن)، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1988، ص:-70

[9] ایضاً، ص:605-611

[10] ڈاکٹر فرمان فتح پوری، رباعی: فنی و تاریخی ارتقاء، کراچی: مکتبۂ سنگ میل، 1982، ص:46-40

[11] سید محمد قاسم، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، لاہور: الفیصل، 2008، ص:75-76

نیاز حاصل رہا۔ تاریخ وفات کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے البتہ مختلف روایات کے مطابق تاریخ وفات ۸۷۶ء سے ۸۹۴ء کے درمیانی عرصے میں قرار پائی ہے۔ اسی طرح مزار کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ بعض روایات کے مطابق شام میں اور بعض کے مطابق بلاد روم کے بحری جزیرے میں سپرد خاک ہیں۔ ایک روایت کے مطابق وہ بغداد، عراق میں اور ایک خیال کے مطابق بلاد روم کے ایک قلعے "سوقین" میں دفن ہیں۔ ان کا زہد و فقر میں بلند مقام ہے۔ جنید بغدادی کے بقول فقراء کے گروہ کے علوم کی تمام کنجیاں ابراہیم بن ادہم کے پاس ہیں۔[12]

ابو حیان التوحیدی:

(۹۲۲ء اور ۹۳۲ء۔ ۱۰۲۳ء) امام تصوف، ادیب، فلسفی اور مورخ علی بن محمد بن العباس نیشاپور، شیراز واسط یا بغداد میں کہیں پیدا ہوئے۔ والد بغداد میں "التوحید" کھجور بیچتے تھے اسی نسبت سے "التوحید" کہلائے۔ بغداد میں نحو الصیرافی اور الرومانی سے، شافعی فقہ قاضی ابو حامد المروالروزی سے اور حدیث ابو بکر الشاشی سے پڑھی کتابت ذریعہ معاش تھا۔ قسمت آزمائی کے لیے "رے" کے وزیر ابوالفتح بن العمید کے پاس گئے لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ ۹۷۷ء میں ابن عباد کے پاس بطور نقل نویس ملازم ہوئے۔ اپنے آقا کے مکتوبات کے مجموعے کو نقل کرنے سے انکار کر دیا تو انہیں برطرف کر دیا گیا۔ انہیں اپنے ساتھ بد سلوکی کا احساس ہوا۔ اس کا اظہار انہوں نے رسالہ "دم یا مثالب یا اخلاق الوزیرین" لکھ کر کیا جس میں ابوالفتح بن العمید اور ابن عباد کی تضحیک کی ہے۔ ۹۶۱ء۔ ۹۷۵ء کے عرصے میں انہوں نے اپنی ادبی منتخبات "بصائر القدماء (دس جلد)" جسے "البصائر والذخائر" بھی کہا جاتا ہے، تالیف کی۔ یہ جلدیں استنبول کے کتب خانے میں موجود ہیں۔ انہوں نے ابن مسکویہ کو سوالات بھیجے جن کا جواب اپنی کتاب "الہوامل والشوامل" میں دیا ہے۔ ۹۸۱ء میں بغداد واپس آئے تو زید بن رفاعتہ اور ابوالوفاء البوزجانی ریاضی دان نے ان کی سفارش عبد الرحمان بن احمد بن سعدان سے کی۔ ابن سعدان کے لیے انہوں نے اپنی کتاب "الصداقتہ والصدیق" (مطبوعہ مصر ۱۳۲۳ھ) لکھی جو تیس سال کی مدت میں مکمل ہوئی۔ ۹۸۵ء میں ابن سعدان قتل کر دیا گیا اور ابو حیان کسی سرپرست کے بغیر رہ گئے۔ ابو حیان کی زندگی کے آخری دور کے بارے میں بہت کم معلومات ملتی ہیں لیکن انہوں نے آخری عمر کا حصہ بہت عسرت میں گزارا۔ اسی زمانے میں انہوں نے اپنی کتاب "المقابسات" مرتب کی جو فلسفیانہ موضوعات پر ۱۰۶ مکالموں کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کا ایک نسخہ بمبئی میں ۱۸۸۹ء میں اور ایک قاہرہ میں ۱۹۲۹ء میں طبع ہوا۔ "المقابسات" اور "تورات" اس دور کی فکری حیات کے متعلق وسیع معلومات کا ذخیرہ ہیں۔ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اپنی کتابیں نذر آتش کر دیں تھیں اس کی وجہ سے ان کی زندگی کے آخری بیس سالوں کی کسمپرسی بتائی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی قبر شیراز کے قبرستان میں ہے جس پر ان کی تاریخ وفات ۴۱۴ھ۔ ۱۰۲۳ء درج ہے۔[13]

ابو دلف:

عربی شاعر، ادیب اور سیاح مسعود بن مُھلھل (مھلل) معروف بنام ابو دلف خزرجی (وفات ۳۹۰ق) کا تعلق چوتھی صدی قمری میں مدینہ کے شمال مغرب لطیف طبیعت پائی تھی اپنے زمانے کے بادشاہوں، امیروں اور وزیروں کی تعریف میں شاعری کی۔ چین، ہند میں موجود گاؤں "ینبع النخل" سے تھا۔[14]

[12] اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ (جلد اول)، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1988، ص:354

[13] سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، لاہور: الفیصل، 2008، ص:121

[14] ڈاکٹر فرمان فتح پوری، رباعی: فنی و تاریخی ارتقاء، کراچی: مکتبۂ سنگ میل، 1982، ص:40-42

فارس، ارمنستان، آذر بائیجان، طبرستان کی سیاحت کی۔ انھوں نے دو رسائل تالیف کیے۔ ایک چین اور اس کے علاقوں کے بارے میں اور دوسرا ہندوستان و ایران کے بارے میں۔ بعد میں نصر بن احمد سامانی کے دربار سے وابستگی اختیار کی اور باقی عمر امیر نصر بن احمد سامانی کی خدمت میں گزاری۔ ان کی اصل وجہ شہرت رباعی کے موجد کے طور پر ہے۔ البتہ جدید اردو محققین نے اس امر کی تردید کی ہے۔[15]

احمد غزالی، امام:

(۱۰۵۹ء۔۱۱۱۱ء) فلسفی، صوفی ابو حامد محمد بن احمد الغزالی طوس، ایران میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم طوس میں حاصل کی۔ پھر نیشا پور میں امام الحرمین ابو المعالی سے ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل کی۔ بعد ازاں نظام الملک طوسی نے "مدرسۂ نظامیہ" میں صدر مدرس مقرر کیا۔ کچھ عرصے بعد درس و تدریس کا مشغلہ ترک کر کے فلسفے اور مذہب کے مطالعہ میں مشغول ہو گئے۔ فلسفے اور مذہب کے مطالعے سے اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ انھوں نے معاصر فلسفیوں اور قدیم فلسفیوں کو چیلنج کیا اور یونانی فلسفیانہ عقائد و نظریات کی مخالفت کی۔ عشق اور وجدان کو زندگی کی بنیاد قرار دیا۔ اسلام کی حمایت کی وجہ سے "حجۃ الاسلام" کا لقب ملا۔ طریقت کے اصولوں کے فروغ کے لیے شام، بیت المقدس، حجاز اور مصر کا سفر کیا۔ اپنے وطن میں ایک دینی درسگاہ اور خانقاہ بھی قائم کی۔ تصانیف کی تعداد ستر کے قریب ہیں۔ اہم تصانیف میں "البسیط و الوسیط والوجیز (فقہ شافعی سے متعلق)"، "احیا العلوم الدین (تصوف)"، "" المنقذ من الضلال"، "تہافت الفلاسفہ" اور "مقاصد الفلاسفہ" (یونانی فلسفے کے رد میں)" ہیں۔ "احیا العلوم الدین" کے فارسی ترجمہ "کیمیائے سعادت" نے بہت شہرت پائی۔ مسلمانوں کو بیدار اور متحرک رکھنے کے لیے کوشش کی۔ طوس میں وفات پائی۔[16]

اقبال، علامہ شیخ محمد:

(۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء) مفکر اسلام، فلسفی، فارسی و اردو شاعر، حکیم الامت، خالق تصور پاکستان اور پاکستان کے قومی شاعر سیالکوٹ میں کشمیری شیخ نور محمد کے ہاں پیدا ہوئے۔ قبول اسلام کے بعد خاندان مستقل طور پر سیالکوٹ میں سکونت پذیر ہوا۔ والد صوفی منش تھے۔ علامہ اقبال دو بھائیو ں اور چار بہنوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ ابتدائی تعلیم مکتب میں اور میٹرک، ایف۔ اے سکاچ مشن سکول سیالکوٹ سے کیا۔ بی۔ اے گورنمنٹ کالج لاہور سے کیا۔ بی-

اے میں انگریزی اور عربی میں دو طلائی تمغہ حاصل کیے۔ ۱۸۹۹ء تھا۔ میں فلسفہ میں ایم۔ اے کیا۔ اقبال کے جوہر ذات کی تشکیل میں مولانا میر حسن کی تربیت کا بڑا حصہ تھا۔ میر حسن عربی اور فارسی کے استاد تھے۔ اسی لیے جب حکومت نے علامہ اقبال کے لیے سر کا خطاب تجویز کیا تو انھوں نے اس شرط کے ساتھ قبول کیا کہ مولانا کو شمس العلماء کا خطاب دیا جائے۔ گورنمنٹ کالج میں اقبال کا پروفیسر آرنلڈ جیسے فلسفی سے گہرا تعلق قائم ہوا۔ ۱۸۹۹ء میں اورینٹل کالج لاہور میں میکلوڈ عربک اسکالر مقرر ہوئے۔ اسلامیہ کالج اور گورنمنٹ کالج میں انگریزی اور فلسفہ کے استاد بھی رہے۔ اسی دور میں انہوں نے "علم الاقتصاد" کتاب لکھی۔ ۱۹۰۳ء میں گورنمنٹ کالج میں فلسفہ کے استاد مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۵ء میں تین سال کی رخصت پر انگلستان چلے گئے۔ زمانۂ طالب علمی سے شاعری کا آغاز کیا۔ کچھ عرصہ داغ سے اصلاح لیتے رہے۔ ۲۴۔ نومبر ۱۹۰۰ء میں انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں اپنی مشہور زمانہ نظم "نالۂ یتیم" پڑھی۔ اس کے بعد انجمن کے جلسوں میں نظمیں پڑھنے لگے۔ ایک جلسے میں اپنی شہرہ آفاق نظم "ہمالہ" پڑھی جسے ۱۹۰۱ء میں شیخ عبد القادر نے رسالہ "مخزن" میں شائع کیا اور اقبال کی اردو شاعری کا آغاز ہوا۔ انگلستان میں

---

[15] عبد السلام ترمانینی، رواد یدھائی تاریخ اسلام (مہ پژوهشگاه علوم فرنگ اسلامی) جلد دوم، ایران: کتاب سرائے، 1993، ص:345

[16] اردو انسائیکلوپیڈیا (تیسرا ایڈیشن)، لاہور: فیروز سنز، 1968، ص:714

کیمبرج یونیورسٹی سے بیرسٹری اور جرمنی میں میونخ یونیورسٹی سے پی ایچ۔ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ پی ایچ۔ڈی کا مقالہ "ایران میں مابعد الطبیعات" کے عنوان سے چھپا۔۱۹۰۸ء وطن واپس آکر وکالت کا آغاز کیا اور ساتھ پڑھاتے بھی رہے لیکن ڈیڑھ برس بعد پروفیسری چھوڑ دی اور وکالت کو بطور پیشہ اختیار کر لیا۔۱۹۱۵ء فارسی مثنوی "اسرار خودی" اور تین برس بعد "رموز بے خودی شائع ہوئی" جن میں اپنا فلسفہ "خودی" پیش کیا۔۱۹۲۲ء میں برطانوی حکومت نے سر کا خطاب دیا۔۱۹۲۶ء میں پنجاب کی مجلس قانون ساز کے رکن منتخب ہوئے۔۱۹۲۹ء میں مدراس اسلامی افکار کی جدید تشکیل پر چھ لیکچر دیئے جو کہ "تشکیل جدید الہیات اسلامیہ" کے نام سے انگریزی میں شائع ہوئے۔ ان کا اردو ترجمہ ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا۔۱۹۳۰ء میں الہٰ آباد میں مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ مملکت کا تصور پیش کیا۔۱۹۳۱ء میں گول میز کانفرنس (لندن) میں شرکت کے بعد وہاں سے سپین، ترکی، فلسطین کی سیاحت کے لیے گئے۔۱۹۳۳ء میں سر راس مسعود اور سید سلیمان ندوی کے ہمراہ حکومت افغانستان کی دعوت پر افغانستان جا کر ان کی تعلیمی سکیم مرتب کی۔ دسمبر۔۱۹۳۳ء میں پنجاب یونیورسٹی اور ۱۹۳۴ء میں علی گڑھ یونیورسٹی نے ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری دی۔۱۹۳۵ء سے گلے کا مرض شروع ہوا جو کہ جان لیوا ثابت ہوا۔ ۲۱۔ اپریل ۱۹۳۸ کو وفات پائی اور بادشاہی مسجد لاہور میں دفن ہوئے۔ تمام شاعری ۱۹۷۳ء میں "کلیات اقبال" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ تصانیف میں "بانگِ درا"، "بال جبریل"، "ضرب کلیم"، "اسرار خودی"، "رموز بے خودی"، "پیام مشرق"، "زبور عجم"، "جاوید نامہ"، "مسافر"، "پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق"، "ارمغان حجاز"، "علم الاقتصاد"، ایران میں مابعد الطبیعات"، "مکاتیب اقبال"، "باقیات اقبال" شامل ہیں۔[17]

البیرونی:

(۹۷۳ء۔۱۰۴۷ء) ماہر طبیعات و فلکیات، ماہر ارضیات، محقق اور مورخ محمد بن احمد الخوارزمی ابو ریحان البیرونی شہر خوارزم (ازبکستان) کے محلہ "بیرون" میں پیدا ہوئے اور اسی نسبت سے البیرونی کہلائے۔ شاہ خوارزم احمد بن محمد کے چچازاد بھائی ابو نصر منصور بن علی کے سایۂ عاطفت میں تعلیم حاصل کی۔

۹۹۵ء میں جرجان کے فرمانروا قابوس بن دشمگیر کے دربار سے منسلک رہے۔ یہاں اپنی پہلی تصنیف "آثار الباقیہ (۱۰۰۰ء)" معنون قابوس، لکھی۔ شاہ خوارزم علی بن مامون کے دربار سے وابستگی اختیار کی۔ یہیں ابن سینا سے ملاقات ہوئی۔۱۰۱۷ء میں غزنی آئے اور ایک رصد گاہ قائم کی۔ دو سال بعد جب ہندوستان کا سفر کیا تو اجمیر کے ہندو پنڈتوں سے سنسکرت سیکھی۔[18] ہندوستان کے مذہبی و سماجی حالات اپنی لافانی کتاب "کتاب الہند" لکھی۔

"بھگوت گیتا" کا عربی میں ترجمہ کیا۔ اجمیر کے علاوہ لاہور، جہلم، سیالکوٹ، ملتان اور پشاور میں بھی کچھ عرصہ مقیم رہے۔ ان مقامات کا درست طول بلد و عرض بلد معلوم کیا۔ غزنی سے دوپہر کے اوقات میں آفتاب کے زاویوں کا مطالعہ کر کے خانہ کعبہ کی صحیح سمت معلوم کی۔ اس کے علاوہ نظام شمسی کے سیاروں کی اپنے اپنے محور اور سورج کے گرد گردش کا بھی حساب لگایا۔ علم ہیئت کے مطالعے کے لیے اصطرلاب ایجاد کیا۔ علم ہیئت اور نجوم پر کتاب "قانون مسعودی" لکھی۔ تاریخ پر کتاب "آثار الباقیہ" تحریر کی۔ "کتاب الہند"، "آثار الباقیہ"، اور "قانون مسعودی" کا دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ البیرونی علم جعفر اور دست شناسی کے بھی ماہر تھے۔ حساب میں اکائی، نسبت، تناسب کے قاعدے، جذر نکالنے کا طریقہ، قبلہ کی سمت کا تعین اور جیومیٹری کے بہت سے مسائل ان کے دریافت کردہ ہیں۔[19]

---

[17] ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، علامہ اقبال: شخصیت اور فن (پاکستانی ادب کے معمار)، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، 2008

[18] سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، جلد اول، لاہور: الفیصل، 2008، ص: 252-255

[19] زاہد حسین انجم، اردو انسائیکلوپیڈیا (چوتھا ایڈیشن)، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1988، ص: 176

سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ:

(۱۵۸۲ء۔۱۶۷۵ء) چشتیہ سلسلے کے صوفی شاعر اور ادیب سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ شاہ برہان الدین جانم کے بیٹے اور میراں جی شمس العشاق کے پوتے بیجاپور میں پیدا ہوئے۔ استاد اور پیر محمود خوش دہاں نے ظاہری اور باطنی تربیت کی۔ روایات کے مطابق روحانی تربیت سید علی گنج گوہر سے بھی لی۔ محمود خوش دہاں سے چشتیہ و قادریہ سلسلے میں بیعت و خلافت حاصل کی۔ امین الدین ولی کامل اور صاحب سلوک تھے لیکن شرعی ارکان اور صوم وصلوۃ کے پابند نہیں تھے۔ خاندان میں پیروں کو سجدہ کرنا بھی روا سمجھا جاتا تھا۔ ان کی منظومات میں "جواہر الاسرار"، "رموز السالکین"، "قربیہ"، "ناریزہ"، "وجودیہ"، "محب نامہ"، "مدح شاہ برہان الدین جانم"، "خیال ریختہ"، "غزلیں"، سہیلا در مدح درگاہ پیر دستگیر"، "حقیقت" اور نثر میں "گنج مخفی"، "وجودیہ"، "گفتار شاہ امین"، "ارشادات"، "ظاہر و باطن"، "بیان کرتے ہیں یاں سجدیاں کا"، "عشق نامہ"، "شرح کلمہ طیب"، "کلمتہ الاسرار" شامل ہیں۔[20] ان کا مقبرہ شاہ پور دروازے سے دو میل کے فاصلے پر درگاہ عام و خاص ہے۔

حبیب حسن اہاب:

(۱۹۲۵ء۔۲۰۱۵ء) مصری نژاد امریکی دانشور، افسانہ نگار، ناول نگار قاہرہ، مصر میں پیدا ہوئے۔ مابعد جدیدیت کے ابتدائی نظریہ سازوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ستر اور اسی کی دہائی میں مابعد جدیدیت پر کوئی بھی بحث ان کی شمولیت کے بغیر ادھوری تھی۔ انھوں نے زیادہ تر جدیدیت، مابعد جدیدیت، پیکریت اور ثقافت تبدیلیوں کے موضوعات پر لکھا۔ جدیدیت اور مابعد جدیدیت کا تقابلی چارٹ ترتیب دیا جس میں میں جدیدیت کو منصوبہ، مرکزیت، یقین، گہرائی، غلبہ، گاڈ آف فادر اور مابعد جدیدیت کو حادثہ، انتشار، غیر یقینی، خاموشی، اور مقدس بھوت قرار دیا۔ تین سو سے زائد ادبی و ثقافتی نظریات و موضوعات پر تحقیقی و تنقیدی مقالے تحریر کیے۔ ان کی اہم تصانیف میں شامل ہیں:

"The Literature of Silence: Henry Miller and Samual Beckett, Radical innocence, Towards a Concept of Post modernism, The Dismemberment of Orpheus: Towards a Postmodern Literature, Salves at Risk, The changeling, In Quest of Nothing"

۱۹۴۶ء میں امریکہ چلے گئے۔[21] باقی ساری عمر امریکہ میں ہی گزاری اور وہیں انتقال کیا۔

حضرت بایزید بسطامی:

(۱۸۸ھ۔۲۶۱ھ) ابو زید طیفور بن عیسیٰ بن شروساں بسطامی، کنیت بایزید، نسبت بسطامی، لقب سلطان العارفین کو ایران کے صوبہ قومس کے شہر بسطام کے محلہ موبدان میں پیدا ہوئے۔ ان کے حالات بہت کم ملتے ہیں۔ حضرت بایزید بسطامی کے پانچ سو اقوال شطحیات اصطلاح تصوف کے مطابق خلاف شریعت منقول ہیں۔ جن کی حقیقت کے متعلق وثوق سے نہیں کہا جا سکتا۔ "کتاب النور فی کلمات ابی یزید طیفور" کے نام سے ابو الفضل محمد بن علی سہلگی بسطامی نے اس کی شرح لکھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ خلافِ شریعت اقوال کی وجہ سے ہی شیخ کو شہر سے نکال دیا گیا تھا۔ کچھ عرصہ جنگل گزارا کے شہر آ گئے اور وہیں وفات پائی۔ ان کا مزار شہر کے وسط میں زیارت گاہ عام ہے۔ علامہ اقبال نے "اسرار خودی" میں ایک جگہ لکھا ہے: کامل بسطام در تقلید فرو اجتناب خوردن خربوزہ کرد یعنی حضرت بایزید بسطامی نے خربوزہ کھانے سے محض اس بنا پر اجتناب کیا تھا کہ انہیں علم نہ تھا کہ نبی کریم ﷺ نے یہ پھل کیسے کھایا تھا۔ اسی تقلید کا نام کامل عشق ہے۔۔ "سفینۃ الاولیاء" کے مطابق انھوں نے ایک سو تیرہ

---

[20] ڈاکٹر حسینی شاہد، سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ: حیات اور کارنامے، آندھرا پردیش: انجمن ترقی اردو، 1973، ص: 278

[21] نعیمہ بی بی، ناول حسن کی صورتحال۔ خالی جگہیں۔ پر۔ کر و میں تکنیک کے تجربات، پی ایچ۔ ڈی مقالہ اردو انٹرنیشنل اسلامک، یونیورسٹی اسلام آباد، 2021ء، ص-31

راہنمایان طریقت سے فیض حاصل کیا۔[22] شیخ جنید بغدادی کہتے تھے کہ شیخ بایزید کی حیثیت ہم میں وہی ہے جو فرشتوں میں جبرائیل امین کی ہے۔ پابند شریعت اور صاحب کرامت ولی تھے۔[23]

برہان الدین جانم:

(۱۵۸۲ء) صوفی بزرگ اور شاعر (حضرت شاہ میراں جی عشاق کے بیٹے اور علوم ظاہری اور باطنی میں ان کے شاگرد و خلیفہ بیجاپور میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ان کی دکنی اردو میں متعدد منظوم تصانیف ہیں۔ تصانیف میں سے "وصیت الہادی"، "سکھ سہیلا"، "منفعت الایمان"، نکتۂ واحد بسم الکلام"، "رموز الواصلین"، بشارت الذکر"، "جنت البقا"، "ارشادنامہ" قابل ذکر ہیں۔ نثر میں رسالہ "کلمتہ الحقائق" میں تصوف کے مسائل بیان کئے گئے ہیں ۔[24] ایک مجموعہ کلام "حقیقت" کے نام سے بھی ہے۔ بیٹے اور جانشین شاہ امین الدین اعلی بھی کئی دکنی رسالوں کے مصنف تھے۔

بلھے شاہ:

(۱۶۹۲ء۔۱۷۵۸ء) پنجابی کے شہرہ آفاق صوفی شاعر عبداللہ شاہ المعروف بابا بلھے شاہ کے مقام پیدائش اور تاریخ پیدائش میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ روایات کے مطابق پانڈو کی تحصیل قصور کے رہنے والے تھے اور ایک روایت کے مطابق آپ "اچ" گیلانیاں، بہاولپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدا میں ریوڑ چراتے تھے۔ بعد ازاں قصور میں مولوی غلام مرتضی سے علم حاصل کیا۔ جوانی کے ابتدائی دور میں مجذوب ہو گئے۔ پھر لاہور آکر شاہ عنایت سے روحانی فیض پایا۔ شاہ عنایت کی وفات کے بعد گدی نشین ہوئے اور تقریباً بیس برس معرفت اور سلوک کی تعلیم دیتے رہے۔ انہوں نے دل پذیر اور پر تاثیر کافیاں لکھیں۔ حکمت کی باتیں اور حقیقتیں بے حد عام فہم انداز میں بیان کی ہیں۔ ساری عمر قلندری میں گزاری۔ ان کا مزار قصور کے ریلوے اسٹیشن سے دو فرلانگ مشرق کی جانب ہے۔ وہاں محرم میں ہر سال عرس ہوتا ہے۔ ۱۸۹۲ء میں رہتک کے مولوی انور علی نے کافیوں کو جمع کر کے مع حواشی "قانون عشق" کے نام سے شائع کیا۔[25]

حسین بن منصور حلاج:

(۸۵۸ء۔ ۹۲۲ء) عارف و صوفی ابو المغیث الحسین بن منصور حلاج البیضا (فارس) کے شمال مشرقی قصبے "الطور" میں پیدا ہوئے۔ منصور باپ کا نام تھا لیکن فارسی اور اردو ادب میں وہ خود منصور کے نام سے معروف ہیں۔ والد منصور پیشے کے لحاظ سے روئی دھنیے تھے اسی لیے حلاج کہلاتے تھے۔ حسین بن منصور کی ابتدائی عمر عراق کے شہر "واسط" میں گزری۔ "اہواز" کے مقام پر سہل بن عبداللہ تستری سے اور "بصرہ" میں عمرو مکی سے تصوف میں اکتساب فیض کیا۔ پھر بغداد میں حضرت جنید بغدادی کے شاگرد ہوئے۔ عمر کا بیشتر حصہ سیر و سیاحت میں گزرا۔ تین مرتبہ مکہ گئے۔ عقیدہ "ہمہ اوست" کے قائل اور "انا الحق (میں خدا ہوں) کا نعرہ بلند کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ۹۰۹ء میں ابن داؤد الاصفہانی کے فتوی پر پہلی بار گرفتار ہوئے۔ ۹۱۲ء میں دوسری بار گرفتار ہوئے اور مسلسل آٹھ سال قید میں رہے۔ بعد ازاں خلیفہ مقتدر عباسی کے حکم پر سولی پر لٹکایا گیا۔ بعض لوگوں ان کو کافر وزندیق اور بعض صوفی کامل، ولی اور شہید حق کہتے ہیں۔ تصوف اور طریق تصوف میں اپنے عجیب و غریب مخصوص عقائد کی شرح میں متعدد کتب اور رسائل تصنیف کیے جن کی تعداد ۴۷ سے زائد ہے۔ زیادہ مشہور کتب میں "کتاب الاصول والفروع"، "کتاب

---

[22] https:/www.encyclopedia.com

[23] پروفیسر علامہ فضل احمد عارف، سیر بایزید، لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 1999، ص: 29-30

[24] محمد اکبر الدین صدیقی (مرتب)، کلمتہ الحقائق (مقدمہ)، حیدر آباد: ادراہ ادبیات اردو، 1961، ص: 21-25

[25] حمید اللہ شاہ ہاشمی، بلھے شاہ: شخصیت اور فن (پاکستانی ادب کے معمار)، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، 2012، ص: 256

ہو ہو"،"کتاب علم البقاد والفنا"،"کتاب العدل والتوحید"، "طاسین الازل"، "قرآن القرآن الکبریت الاحر"شامل ہیں۔ ان کا عقیدہ تین نکات اول "ذات الٰہی کا حصول ذات بشری میں"، دوم "حقیقت محمدیہ کا قدم"، سوم "توحید ادیان" پر مشتمل تھا۔[26]

ڈاکٹر سید حسین نصر:

ایرانی ماہر سائنس، عرفان و فلسفۂ اسلامی اور معلم تہران میں علمائے دین کے خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ایران اور امریکہ سے حاصل کی۔ بعد ازاں فزکس اور جیالوجی اور ہسٹری آف جیو فزکس کے مضامین کی تعلیم ماساچوسٹ انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی میں جاری رکھی۔ ہسٹری آف سائنس میں پی ایچ۔ڈی کی ڈگری ہارورڈ یونیورسٹی سے حاصل کی۔ کاسمالوجی سائنس اور اسلامک سائنس و فلاسفی ان کی تحقیق کے خاص موضوع تھے۔ ۱۹۵۸ء تا ۱۹۷۹ء تہران یونیورسٹی میں تاریخ علم و فلسفہ کے استاد رہے۔ اسی دوران امریکن یونیورسٹی بیروت میں آغا خان چیئر فار اسلامک اسٹڈیز کے لیے انتخاب ہوا۔ سابقہ آریامہر یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہے۔ اسلامی انقلاب کے زمانے میں ۱۹۷۹ء میں امریکہ منتقل ہوئے۔ ابتدا میں ٹمپل یونیورسٹی فلاڈلفیا میں پڑھایا۔ پھر جارج واشنگٹن یونیورسٹی میں بطور پروفیسر آف اسلامک سٹڈیز تدریس کا آغاز کیا۔ ۱۹۸۱ء میں ایڈنبرا یونیورسٹی میں مہمان مقرر کے طور پر شرکت کی۔ پہلے مسلمان دانشور ہیں جن کو ایڈنبرا یونیورسٹی میں مدعو کیا گیا۔ ادارۂ مطالعات روایت پرستی، امریکہ کے سربراہ ہیں۔ اس ادارے سے مختلف ادیان کی روایات سے متعلقہ مجلہ "سوفیا" بھی شائع ہوتا ہے۔ بیسویں صدی کے ایک الجزائری صوفی "شیخ احمد العلوی" کی بیعت بھی کیے ہوئے ہیں۔[27] ان کی معروف تصانیف میں سائنس، فلسفہ، عرفان اسلامی، روایت و جدیدیت کے موضوعات پر متعدد کتب اور مقالات تحریر کر چکے ہیں۔

،"The Garden of Truth "،"Knowledge and The Sacred،"،" The Quran study "
،"Science & Civilization in Islam" ،"Man and Nature"،"The Heart of Islam"
"Traditional Islam in the Modern ،"Islamic art& Spirituality'،"Three Muslim Sages"،
" Islamic،" Islam "،"An Introduction to Islamic Cosmological Doctrines"،World"

خواجہ بندہ نواز گیسو دراز:

(۱۳۲۰ء۔ ۱۴۲۴ء) سلسلہ چشتیہ کے صوفی سید محمد حسینی المعروف خواجہ بندہ نواز گیسو دراز دہلی، ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید و سجادہ نشین تھے۔ پندرہ سال کی عمر میں چراغ دہلی کی بیعت کی اور انیس سال کی عمر میں شرعی علوم کی تعلیم مکمل کی۔ ۱۳۹۷ء میں سلطان فیروز شاہ بہمنی کے عہد میں گلبرگہ تشریف لائے اور یہیں وفات پائی۔[28] عربی و فارسی میں کئی بلند پایہ کتب تحریر کرنے کے علاوہ دکنی اردو میں چند رسائل مرتب کیے۔ تصوف پر ان کا رسالہ "معراج العاشقین" نہایت معروف ہے۔ اس کے علاوہ "ملتقط"، "تفسیر کلام پاک"، "حواشی تفسیر کشاف"، "شرح مشارق الانوار"، "ترجمہ مشارق الانوار"، "معارف"، "شرح آداب المریدین"، "شرح فصوص الحکم"، "جوامع الکلام (ملفوظات)" وغیرہ اہم تصانیف ہیں۔[29] بعض منظوم نسخے (بیاریوں) کے، چند اشعار اور بارہ بند پر مشتمل ایک نظم "چکی نامہ" بھی ان سے منسوب ہے۔

---

[26] اردو انسائیکلوپیڈیا، لاہور: فیروز سنز، 1968، ص: 429–430

[27] irak.pk/tag/ پروفیسر سید حسین نصر November 1, 2004ء.

[28] www.worldwisdom.com

[29] مولانا سید نذیر احمد قادری سکندر پوری (مترجم)، سیر محمدی: محمد علی سامانی، حیدر آباد: ادارہ ادبیات اردو پنجہ گڑھ، 1984، ص: 234

حضرت دا تا گنج بخش علی ہجویری:

(۱۰۰۹ء۔۱۰۷۲ء)صوفی بزرگ، عالم دین سید ابوالحسن علی ہجویری معروف بنام داتا گنج بخش شیخ عثمان کے بیٹے تھے۔ غزنی کے محلہ ہجویر میں پیدا ہوئے۔ سلسلۂ نسب آٹھ پشتوں سے حضرت علیؓ تک پہنچتا ہے۔ یہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے ہندوستان کو اسلام اور روحانی فیوض و برکات سے مستفید کیا۔ انھوں نے شیخ ابو العباس اشکانی، شیخ ابو جعفر محمد بن المصباح الصیدلانی، شیخ ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازان القشیری، شیخ ابو القاسم بن علی بن عبد اللہ الگرگانی، ابو عبد اللہ محمد بن داستانی بسطامی وغیرہ سے کسب فیض کیا۔ اپنے مرشد ابو الفضل محمد بن حسن ختلی کی ہدایت پر سلطان محمود غزنوی کے عہد میں ۱۰۳۹ء میں لاہور آئے۔ یہاں رشد وہدایت کا آغاز کیا۔ ۳۴ سال دین اور مخلوق خدا کی خدمت کرنے کے بعد لاہور میں وفات پائی۔ ان کا مزار لاہور میں مرجع خلائق ہے۔ خواجہ معین الدین اجمیری اور خواجہ فید الدین گنج شکر نے ان کے مزار پر چلہ کشی کی۔ فارسی نثر میں اسلامی تصوف سے متعلق "کشف المحجوب" یادگار تصنیف ہے۔ دیگر تصانیف میں "منہاج الدین"، "اسرار الانگنج"، "الرعایتہ الحقوق اللہ"، "کتاب الفناد"، "سحر القلوب" اور "کتاب البیان لاہل العیان" کے صرف نام ملتے ہیں۔ کتب ناپید ہیں۔ ہر سال صفر کے مہینے میں ۱۸ تا ۲۰ تاریخ مزار پر عرس منایا جاتا ہے۔[30]

مولانا سید سلیمان ندوی:

(۱۸۸۴ء۔۱۹۵۳ء) عالم دین، مورخ سید سلیمان ندوی دیسنہ، ضلع پٹنہ، صوبہ بہار کے سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم میں کچھ کتابیں مولانا محی الدین سے پھلواری شریف، پٹنہ میں پڑھیں۔ ۱۹۰۰ء میں مدرسۂ امدادیہ دربھنگہ میں درس نظامیہ کی کتب پڑھیں۔ ۱۹۰۱ء میں دارالعوم ندوہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۰۷ء میں ندوۃ العلماء سے فارغ التحصیل ہوئے۔ کچھ عرصہ "الندوہ" کے مدیر رہے۔ ۱۹۰۸ء میں دارالعوم ندوہ میں تعلیم بھی دی۔ ۱۹۲۳ء میں اٹلی نے ترکی کے علاقے طرابلس پر قبضہ کر لیا تو تعلیمی مشاغل ترک کر کے اخبار "الہلال" کلکتہ میں شمولیت اختیار کر لی جس کے ایڈیٹر مولانا ابوالکلام آزاد تھے۔ اسی دوران دکن کالج پونہ میں السنہ شرقیہ کے اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۵ء میں مولانا شبلی نعمانی کی وصیت کے مطابق "دارالمصنفین" اعظم گڑھ کی بنیاد رکھی اور ماہانہ رسالہ "معارف جاری کیا۔ ۱۹۲۶ء میں حجاز میں شریف حسین مکی حکومت کے ابن سعود بر سر اقتدار آیا تو اس نے ایک موتمر منعقد کی۔ موتمر حجاز اسلامیہ کے اجلاس کی قیادت کی۔ ۱۹۳۳ء میں علامہ اقبال اور سر راس مسعود کے ہمراہ افغانستان کا دورہ کیا۔ ۱۹۴۱ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے ڈاکٹر آف لٹریچر کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔ ۱۹۴۶ء میں ریاست بھوپال میں عربی مدارس اور ناظم مذہبی امور (قاضی القضاۃ) رہے۔ ۱۹۵۰ء میں ساری املاک ہندوستان چھوڑ کر پاکستان آبسے۔ یہاں بھی مذہبی اور علمی مشاغل جاری رہے۔ صحیح معنوں میں اپنے مرحوم استاد علامہ شبلی نعمانی کے جانشین ہوئے۔ سب سے بڑا کارنامہ "سیرۃ النبی" کی تکمیل ہے جو علامہ شبلی نعمانی نامکمل چھوڑ گئے تھے۔ اس سیرت کی آخری چار جلدیں لکھ کر اسے مکمل کیا۔ اسلامیات پر بے شمار مضامین اور اعلی درجے کی کتب لکھیں۔ ان میں "سیرۃ النبی"، "عربوں کی جہاز رانی"، "عرب وہند کے تعلقات"، "سیرت عائشہ"، "حیات مالک"، "خطبات مدراس"، "ارض القرآن (دو جلد)، "حیات شبلی"، "خیام"، "نقوش سلیمانی" زیادہ مشہور ہیں۔ کراچی میں انتقال ہوا۔[31] وہ صاحب علم و معرفت، متقی و مسلم عالم و مصنف اور تواضع وانکسار کا مثالی نمونہ تھے۔

---

[30] حکیم سید خاور حسین قادری، سیرت حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش، لاہور: مکتبۂ سراج منیر، 2012، ص: 156

[31] آفاق صدیقی (مرتب)، اورنگ سلیمان، کراچی: مجلس علوم اسلامیہ، 1985، ص: 270-273

سید احمد شہید، بریلوی:

(۱۷۸۶ء۔ ۱۸۳۱ء) عالم دین، قصبہ دائرہ شاہ علم اللہ، ضلع رائے بریلی، اتر پردیش میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی مردانہ ورزشوں و کھیلوں سے شغف اور خدمت خلق کا جذبہ دل میں موجود تھا۔ بارہ سال کی عمر میں والد مولانا محمد عرفان انتقال پا گئے۔ بسلسلۂ معاش لکھنؤ اور دہلی کا سفر کیا۔ دہلی میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور شاہ عبد القادر دہلوی کی صحبت میں سلوک کی منازل طے کیں۔ تحریک مجاہدین کے زیر اثر اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے مجاہدانہ کاوشوں کا آغاز شمال مغربی ہندوستانی سرحد سے کیا۔ سکھوں سے جنگوں میں فتوحات کے بعد مفتوحہ علاقوں میں اسلامی قوانین کو نافذ العمل میں لائے۔ ۱۸۳۱ء میں مقامی پٹھانوں کی غداری کی وجہ سے بالا کوٹ کے مقام پر اپنے چند رفقا کے ہمراہ شہید ہوئے۔ اسلام میں رائج بدعات کے خاتمے کے لیے بھرپور کاوشیں کیں۔ "حقیقت الصلاۃ"، "رسالۂ اشغال"، "صراط مستقیم"، "مکاتیب سید احمد شہید"، "تنبیہ الغافلین"، "رسالہ در نکاح بیوگان"، "رسالہ در نماز و عبادات"، "صراط مستقیم (ملفوظات)" یادگار تصانیف ہیں۔[32]

سید غوث علی شاہ قلندر:

(۱۸۰۴ء۔ ۱۸۸۰ء) صوفی، نام ابو الحسن المعروف غوث علی شاہ قلندر ستھاواں، بہار میں پیدا ہوئے۔ حدیث و فقہ کی کتب شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور شاہ محمد اسحاق سے، منطق کی تعلیم مولوی فضل امام خیر آبادی سے اور مثنوی معنوی مولوی قلندر علی جلال آبادی سے پڑھی۔ مسلم و غیر مسلم مشاہیر، ہندو جوگیوں، سنیاسیوں، سادھوؤں، پنڈتوں، برہمنوں سے ملاقاتیں کیں۔ ہندو جوگیوں سے یوگ اور حبس دم کے طریقے سیکھے۔ انتقال روح کا عمل جانتے تھے۔ سینکڑوں ہندی دوہے اور اشلوک زبانی یاد تھے۔ اپنے حکیمانہ اقوال، مشاہدات و تجربات حکایات کی صورت میں بیان کرتے تھے۔ صوفیا کے چاروں سلسلوں (قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ) میں بیعت تھے۔ وضع قطع قلندرانہ اور درویشانہ تھی۔ ان کے خاص مرید اور خلیفہ شاہ گل حسن نے ان کے حالات اور ملفوظات کو "تذکرہ غوثیہ" میں مرتب کیا۔ یہ کتاب اپنے اسلوب بیان، مربوط عبارت، معنویت، صوفیانہ نکات، اور انسانی زندگی کو سنوارنے والی دلچسپ اور معنی خیز تصنیف ہے۔ "تذکرہ غوثیہ" کا دوسرا نام "ملفوظات سید غوث علی شاہ قلندری قادری" بھی ہے۔[33]

شاہ عبد الطیف بھٹائی:

(۱۶۷۹ء۔ ۱۷۵۲ء) سندھی شاعر اور صوفی موضع ہالہ حویلی سندھ میں پیدا ہوئے۔ موروث اعلیٰ کا نام شاہ عبد الکریم اور والد کا شاہ حبیب تھا۔ والد نے بعد میں کوٹری میں رہائش اختیار کر لی۔ والد کی وفات کے بعد حیدر آباد میں ایک ٹیلے کے اوپر گاؤں کی بنیاد رکھی جو "بھٹ" کے نام سے مشہور ہوا۔ اپنی باقی ساری زندگی یہیں گزار کر ادھر ہی دفن ہوئے۔ انہوں نے سندھ کی مقامی داستانوں کو منظوم انداز میں عوام کے سامنے پیش کیا۔ کلام "شاہ جو رسالو" کے نام سے ان کے مریدوں نے جمع کیا۔ اور اسے سب سے پہلے ۱۸۶۶ء میں ڈاکٹر ارنسٹ ٹرمپ نے جرمنی سے شائع کیا۔ بعدازاں اس کے متعدد ایڈیشن چھپے۔ ۱۷۵۴ء میں میاں غلام شاہ کلہوڑا نے مزار تعمیر کرایا۔ کلام کے ذریعے اللہ کی واحدنیت، آنحضرت ﷺ کے آفاقی پیغام کے ساتھ ساتھ سندھی تاریخ و ثقافت، امن و اتحاد اور جدوجہد کے پیغام، کو فروغ دیا۔ شیخ ایاز نے رسالہ شاہ عبد الطیف کا منظوم اردو ترجمہ کیا۔ جو ان کے مقدمے کے اضافے کے ساتھ سندھ اکیڈمی نے شائع کیا۔[34]

---

[32] غلام رسول مہر، سید احمد شہید، لاہور: شیخ غلام اینڈ سنز، 1954، ص: 188

[33] ڈاکٹر جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، جلد چہارم، لاہور: مجلس ترقی ادب، 2012، ص: 390-394

[34] شیخ ایاز (مترجم)، رسالہ شاہ عبد الطیف بھٹائی، کراچی: سندھ کا اکیڈمی، 1991، ص: 3-4

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی:

(۱۷۰۳ء۔ ۱۷۶۲ء)عالم دین، مترجم و مفسر قرآن، مسلم ہند کے عظیم ترین مفکر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جید عالم و عارف شاہ عبد الرحیم دہلوی کے صاحبزادے تھے۔ سلسلۂ نسب ۲۷ واسطوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے جاملتا ہے۔ابتدائی تعلیم والد کے جاری کردہ دینی درسگاہ "مدرسہ رحیمیہ "سے حاصل کی۔ساتوں سال سے روزہ اور نماز کی پابندی شروع کی۔اسی سال قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد عربی و فارسی کی تعلیم کا آغاز کیا۔دسویں سال میں شرح ملا جامی مکمل پڑھ لی۔چودھویں سال پہلی شادی ماموں کی بیٹی شاہ عبداللہ کی بیٹی سے ہوئی۔والد سے بیعت سلوک کے بعد سلسلۂ نقشبندیہ سے منسلک ہوگئے۔ ۱۷۳۰ء میں حج کرنے کے لیے گئے اور چودہ مہینے مشائخ حرمین سے احادیث کی کتب پڑھیں۔

والد کی وفات کے بعد سترہ برس کی عمر سے علوم دینیہ کی درس و تدریس کا آغاز کیا جو آخیر عمر تک جاری وساری رہا۔ جویند گان علم کے لیے "مدرسہ رحیمیہ "کی درسگاہ کی جگہ ناکافی ہونے لگی تو بدر شاہ محمد شاہ نے "کوچۂ چیلان "کی ایک وسیع حویلی شاہ ولی اللہ کو دے دی۔تمام عمر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔ان کا سب سے بڑا کارنامہ ۱۷۳۷ء میں قرآن مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ ہے۔اس ترجمے پر ایک سیر حاصل مقدمہ بھی لکھا۔برعظیم میں سب سے پہلے قرآن کا ترجمہ فارسی کیا تھا۔اس زمانے کے لوگ قرآن مجید کے ترجمے کے مخالف تھے چنانچہ ان کے قتل کے درپے ہوگئے کیونکہ ان کے خیال میں قرآن مجید کا ترجمہ کرنا یا کسی دوسری زبان میں منتقل کرنا کفر ہے۔ان کا فارسی ترجمہ مع مقدمہ "فتح الرحمن "نہایت بصیرت افروز اور آئندہ ترجموں کا رہنما بھی ہے۔دیگر تصانیف میں "حجۃ اللہ البالغہ (عربی)"، "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر "، " فیوض الحرمین "، "انفاس العارفین "اور " شرح موطا (عربی، فارسی)" خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔انہوں نے دوسری شادی مولوی سید حامد سونی پتی کی بیٹی سے کی جن کے بطن سے چار بیٹے ہوئے۔شاہ عبد العزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبد القادر اور شاہ عبد الغنی۔دنیا اسلام کے علماء شاہ ولی اللہ کی عظمت و جلالت کے معترف تھے۔ ہدایت و علم کی وہ شمع روشن کی جو صدیوں تک مسلمانوں کی رہنمائی کرتی رہے گی۔[35]

ڈاکٹر عبدالحلیم محمود:

(۱۹۱۰ء۔۱۹۷۸ء)مصری دانشور، فلسفی اور معلم قاہرہ، مصر کے بلبیس گاؤں میں پیدا ہوئے۔کم عمری میں قرآن مجید حفظ کیا۔۱۹۳۲ء میں الازہر یونیورسٹی سے گریجویشن کیا۔بعد ازاں فرانس چلے گئے۔۱۹۴۰ء میں ڈی پیرس لا سوربون یونیورسٹی سے فلسفہ میں پی ایچ۔ڈی کی ڈگری "الحارث المحاسبی (فرانسیسی زبان)"میں تحقیقی مقالہ لکھ کر حاصل کی۔وطن واپسی پر جامعۃ الازہر کے شعبہ اصول الدین میں نفسیات کے لیکچرار مقرر ہوئے۔۱۹۵۱ء میں فلسفہ کے پروفیسر، ۱۹۶۴ء میں ڈین آف فیکلٹی اور تحقیق اسلامی اکیڈمی کے رکن، ۱۹۷۰ء میں شیخ الجامعہ کے نائب صدر، ۱۹۷۱ء میں اوقاف اور امور الازہر کے وزیر اور ۱۹۷۳ء میں شیخ الازہر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۳ء تا ۱۹۷۸ء الازہر یونیورسٹی میں "عظیم امام الازہر "کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔سوڈان کے صوفی شیخ محمد عثمان عبد البرہانی سے متاثر تھے۔اپنی تحریروں اور لیکچرز کے ذریعے تصوف کے احیا کی کوشش کی۔"عقائد اسلام"، "اسلام میں معقولیت پسندی"، "تصوف اسلامی"، "فلسفۂ فکر اسلامی"، "الغزو الفکری"وغیرہ یادگار تصانیف ہیں۔فلسفہ، اخلاقیات اور مذہبی امور پر تحریر کردہ تصانیف ان کی وسیع علمیت کی مظہر ہیں۔[36]

---

[35] اردو دائرہ معارف اسلامیہ (جلد ۲۳) ،لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1988، ص: 39-43

[36] فضل قدیر (مترجم)، عقائد اسلام مصنفہ عبد الحلیم محمود، نئی دہلی: اسلامک بک فاؤنڈیشن،، 1989، ص: 9-10

عبد الکریم الجیلی (جیلانی)، شیخ:

(۱۳۶۵ء۔۱۴۲۸ء) صوفی عبد الکریم الجیلی جیلانی بغداد میں پیدا ہوئے۔ ان کی حالات زندگی کے بارے میں تفصیلی معلومات نہیں ملتی ہیں۔ اپنی تصنیف "الانسان الکامل فی معرفۃ الاواخر والاوائل" کی وجہ سے معروف ہیں۔ اس کتاب سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۷۸ء میں ہندوستان موجود تھے۔

۱۳۹۳ء تا ۱۴۰۲ء "زبید (یمن) میں تھے۔ انہوں نے تیس کے قریب کتب مرتب کیں لیکن سب سے زیادہ شہرت "الانسان الکامل" نے حاصل کی۔ اس کتاب نے مراکش سے جاوا تک تصوف پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ اس نے اس میں ذات الہیٰ، صوفیانہ وجدان کے مدارج، مختلف مذاہب میں تجلی کی صورتیں، انسان کی روحانی و نفسیاتی قوتوں اور حیات بعد موت پر مباحث ملتے ہیں۔ ایک اور کتاب "مراتب وجود" بھی ہے جس کے مطابق وجود کے چالیس مدارج ہیں۔ پہلا درجہ "الذات الالٰہیہ (الغیب المطلق) آخری انسان ہے۔ ان کا نظریہ تصوف شیخ اکبر سے ماخوذ تھا۔ انہوں نے برعظیم میں اسلامی ثقافت کی تبلیغ و ترویج میں نمایاں کام کیا۔ [37]

عبد الوہاب البیاطی:

(۱۹۲۶۔۱۹۹۹ء) معلم، عراقی شاعر عبد القادر جیلانی کے مزار کے قریب بغداد میں پیدا ہوئے۔ بغداد یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۵۰ء میں دار المعلمین (ٹیچرز کالج) سے ٹریننگ لینے کے بعد استاد بن گئے۔ مختلف سرکاری سکولوں میں پڑھاتے رہے۔ ثقافتی میگزین "الثقفہ اے جدیدہ (دی نیو کلچر) سے منسلک رہے۔ ۱۹۵۴ء میں کیمونسٹ نظریات اور حکومت مخالف سرگرمیوں کے نتیجے میں ملازمت سے برطرفی کے بعد دمشق چلے گئے۔ ۱۹۵۸ء میں چار سالہ جلاوطنی کے بعد ملک واپس آئے اور وزارت تعلیم سے وابستہ ہوئے۔ بعد ازاں ثقافتی اتاشی کی حیثیت سے ماسکو گئے۔ ۱۹۶۱ء میں اس عہدے سے استعفا دے دیا لیکن وطن واپس نہیں آئے۔ ۱۹۹۹ء میں جلا وطنی میں ہی دمشق میں وفات پائی۔ "ملائکہ وشیاطین (نظموں کا مجموعہ)"،"رساله الا حزم حکمت و قصائد اخری"، "المجدلی الا اطفال و الزیتون"،"اشعار فی المنفا"،"عشرون قصیده من برلن"،"کالمات لا تموت"،"صفر الفقر والتهورا"،"کتاب الهار"،"قمر شیراز" وغیرہ عربی تصانیف ہیں۔ اس کے علاوہ چند انگریزی تراجم بھی ہیں۔ روایتی عربی شاعری کو ناپسند کرتے تھے اسی لیے شاعری میں نئے تجربات و موضوعات کو راہ دی۔ [38]

عمر خیام:

(۱۰۴۸ء۔۱۱۳۱ء) سلجوقی عہد کے نامور فارسی و عربی شاعر، ہیئت دان، ریاضی دان، ماہر فلکیات، اصل نام ابو الفتح عمر بن ابراہیم المعروف عمر خیام نیشاپور (خراسان) ایران میں پیدا ہوئے۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ رباعی گو شاعر کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔ ان کے بارے میں معلومات بہت کم ہیں اور جو معلومات ملتی ہیں وہ ان کی کتب کی داخلی شہادتوں سے ملتی ہیں۔ ابتدائی تعلیم نیشاپور میں ہی حاصل کی۔ جوانی کا زمانہ بلخ میں گزارا۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد درس و تدریس سے منسلک ہو گئے۔ بعد ازاں سلطان جلال الدین ملک شاہ سلجوقی (۱۰۷۲ء۔۱۰۹۲ء) کے دربار سے وابستہ ہوئے۔ اس دربار میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ ملک شاہ کے حکم سے خیام نے سرکاری اسپتال کے لیے ایک "زیج ملک شاہی" بنائی۔ [39]

---

[37] اردو دائرہ معارف اسلامیہ (جلد ۱۲) ،لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1988، ص: 9439-944

[38] www.ishaqabad.com>عبد الوہاب البیاتی-

[39] اردو دائرہ معارف اسلامیہ (جلد ۱۴) ،لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1988، ص: 239-249

عمر خیام کے علم و فضل کی باوجود جس چیز نے انہیں زمانے میں مقبول اور مشرق و مغرب شہرت بخشی وہ ان کی شاعری ہے۔ حیران کن بات ہے کہ دنیا کو ان کی رباعیات سے واقفیت انگریزی ترجمے کے وسیلہ سے ہوئی۔ ۱۸۵۹ء میں ایڈورڈ جیرالڈ نے ان رباعیات کا انگریزی ترجمہ کیا یوں انگریزوں نے اس کی عظمت سے آگاہی حاصل کی۔ بعد ازاں دیگر زبانوں میں بھی ان رباعیات کے تراجم ہوئے اور یہ اپنے وطن اور دیگر ملکوں میں بہت زیادہ مقبول ہو گئیں۔ جو رباعیات ان کے نام سے مشہور ہیں وہ سب ان کی نہیں ہیں کیونکہ ابتدا میں تقریبا تین سو رباعیات ان کے نام سے مشہور ہوئیں لیکن رفتہ رفتہ اضافہ ہوتا گیا اور اب ان کی تعداد تین گنا (۱۲۰۰) ہو گئی ہے۔ ۱۸۶۷ء میں نکولس نے ان رباعیات کا فرانسیسی میں ترجمہ شائع کیا۔ جبر و مقابلہ، طبیعات، اقلیدس، حکمت اور علم الوجود پر ان کے مقالے اور دو کتابیں "میزان الحکم" اور "لوازم الامکنہ" بھی ہیں۔ مختلف علوم میں بو علی سینا کے معتقد تھے۔ فلسفہ، اصول قانون، علوم تاریخ کے ماہر اور عظیم ریاضی دان تھے۔[40]

حضرت مجدد الف ثانی:

(۱۵۶۴ء۔ ۱۶۲۴ء) ممتاز عالم دین، صوفی مجدد الف ثانی، نام احمد، کنیت ابو البرکات، لقب بدر الدین، شیخ عبد الاحد فاروقی کے ہاں سرہند شریف، برصغیر میں پیدا ہوئے۔ شجرہ نسب اٹھائیس واسطوں سے حضرت عمر بن خطاب سے ملتا ہے۔ والد شیخ عبد الاحد مولانا عبد القدوس گنگوہی کے مرید اور دانشور اور اہل علم تھے۔ ابتدائی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کی۔ قرآن پاک حفظ کیا۔ سیالکوٹ جا کر مولانا کمال کشمیری اور مولانا یعقوب کشمیری سے معقولات اور علم فقہ و حدیث میں اکتساب فیض کیا۔ سترہ سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم سیکھ کر درس و تدریس کا فریضہ انجام دینے لگے۔ اس دور میں مغل بادشاہ اکبر کے دین الٰہی کا زور و شور تھا جس کا مقصد ہندوؤں اور مسلمانوں کے لیے مخلوط مذہب رائج کرنا تھا۔ کچھ عرصہ اکبر آباد (موجودہ آگرہ) قیام کیا اور یہاں اکبر کے نورتنوں میں سے نامور ابو الفضل اور فیضی سے ملاقاتیں کیں۔ اکبر آباد قیام کے دوران عربی اور فارسی میں متعدد رسالے لکھے۔ کچھ عرصے بعد ان کی شادی تھانیسر کے رئیس شیخ سلطان کی صاحبزادی سے ہوئی اور جہیز میں کثیر مال و دولت ملا۔ اپنے وطن مالوف واپس جا کر حویلی اور اس کے قریب ایک مسجد تعمیر کروائی۔ علوم ظاہری بدرجۂ کمال حاصل کیے۔ والد نے وفات سے قبل انہیں چشتیہ اور قادریہ سلسلے کے خرقے عطا کیے۔ دہلی میں خواجہ باقی باللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سرہند واپس آ کر مرشد خواجہ باقی باللہ کی ایما پر لاہور گئے۔ پھر کچھ عرصہ دہلی میں قیام کیا۔ شرعی احکام کے سخت پابند تھے اس لیے اکبر کے خود ساختہ دین الٰہی کی بیخ کنی میں اہم و موثر کردار ادا کیا۔ ۱۶۱۹ء میں جب مغل بادشاہ جہانگیر کے دربار میں رشد و ہدایت کا پیغام بھیجا تو سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور ایک سال کے لیے گوالیار کے قلعے میں قید کر دیا گیا۔ رہائی کے بعد کچھ عرصہ اجمیر شریف رہے پھر سرہند میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ اسی دوران دمے کا جان لیوا حملہ ہوا۔ طبیعت میں غور و فکر اور جرح و تنقید کا مادہ تھا۔ صاحب طرز ادیب اور محاسن و معائب انشا کے ماہر تھے۔ طرز تحریر خطیبانہ اور پر تاثیر ہے۔ ان کے مختلف اوقات میں لکھے گئے ۵۳۱۳ خطوط "مکتوبات امام ربانی (۳ جلدیں)" کے نام سے شاہکار کا درجہ رکھتے ہیں۔[41]

محمد ارکون:

(۱۹۲۸ء۔ ۲۰۱۰ء) ممتاز الجزائری عالم و مفکر الجزائر کے شمال میں واقع بربر گاؤں کبیلی میں پیدا ہوئے۔ والد ایک دکاندار تھے۔ انہوں نے نو سال کی عمر تک پرائمری تعلیم اپنے گاؤں سے حاصل کی۔ والد کی خواہش کے برعکس تعلیم حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ الجزائر یونیورسٹی اور سوربن، پیرس یونیورسٹی سے تعلیم مکمل کی۔ ۱۹۴۰ء میں پیرس آ گئے۔ ۱۹۵۶ء میں سوربن، پیرس یونیورسٹی سے عربی زبان و ادبیات کی تعلیم

---

[40] رقیہ جعفری، سرفراز احمد (مرتبین)، دنیا کے عظیم سائنسدان، لاہور: اردو سائنس بورڈ، 1992، ص: 78-83

[41] محمد اکرام چغتائی، حضرت مجدد الف ثانی، لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2009، ص: 266

حاصل کی۔۱۹۶۸ء میں پی ایچ۔ڈی کی ڈگری لی۔ فرانس کی مختلف یونیورسٹیوں میں فلسفہ تمدن و تقابلی مذہبیات کے استاد رہے۔ متعدد تصانیف کے مصنف ہیں۔ زیادہ تر تصانیف فرانسیسی میں لکھیں۔ البتہ چند تصانیف انگریزی، عربی اور ڈچ میں بھی ہیں۔ "عرب تھاٹس، ریتھنکنگ اسلام، دی کانسیپٹ آف ریویلیشن: فرام دی پیپلز آف دی بک ٹو دی سوسائٹیز آف دی بک، دی انتھاٹس ان کنٹمپریری اسلامک تھاٹس (انگریزی کتب)"، "الفکر العربی، الاسلام: اصالۃ و ممارسۃ، تاریخیۃ الفکر العربی اسلامی، الاسلام: الاخلاق و السیاسۃ، الفکر السلامی: نقد و اجتہاد، قضیہ نقد الفکر دینی، القرآن: من تفسیر الموروث الی تحلیل الخطاب الدینی (عربی ان کی تصانیف کے مختلف زبانوں میں تراجم بھی ہو چکے ہیں۔ فرانس میں ان کے نام پر ایک لائبریری بھی قائم کی گئی ہے۔ متذکرہ کتب اہم تصانیف ہیں۔[42]

اپنی علمی خدمات پر فرانس حکومت سے اعلیٰ ترین اعزازت بھی حاصل کر چکے ہیں۔ ایک عیسائی ماہر اسلامیات کے فرانسیسی ترجمۂ قرآن کا عالمانہ دیباچہ بھی تحریر کیا۔[43]

محمد اعلیٰ التھانوی:

عالم دین، شاہ ولی اللہ کے ہم عصر، بارہویں صدی میں گزرے ہیں۔ اصل نام محمد اعلیٰ بن علی فاروقی اور "تہانہ بھون" (دہلی سے ۱۸۰ کلو میٹر شمال) سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی تاریخ پیدائش کے بارے میں درست معلومات موجود نہیں۔ گمان کیا جاتا ہے کہ گیارویں صدی کے آخر میں پیدا ہوئے۔ والد کا لقب قطب الزماں تھا اور وہ ہندوستان کے علما میں سے تھے۔ علمی اور دینی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ بعد ازاں بغیر استاد کے مختلف موضوعات پر متعدد کتب کا مطالعہ کیا۔ اورنگ زیب عالمگیر (۱۰۴۸ء۔۱۱۱۸ء) کے عہد میں تہانہ میں قاضی رہے۔ تاریخ پیدائش کی طرح تاریخ وفات کا بھی درست علم نہیں ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ۱۱۵۸ء کے بعد وفات پائی آخری آرامگاہ تہانہ میں ہی ہے۔ "احکام الاراضی"، "سبق الغایات فی نسق الآیات" اور "کشاف اصطلاحات الفنون" یادگار ہیں۔ اصل وجۂ شہرت "کشاف اصطلاحات الفنون و العلوم (اصطلاحات علوم اسلامیہ)" عربی تصنیف ہے جو ۱۱۵۸ھ میں تالیف کی۔[44]

ڈاکٹر محمد مندور:

(۱۹۰۷ء۔۱۹۶۵ء) مصری ادیب، نقاد، صحافی محمد عبدالحمید موسیٰ مندور مصر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سیکنڈری سکول ٹانٹا سے حاصل کی۔ پھر قاہرہ یونیورسٹی سے لٹریچر اور قانون پڑھا۔ طٰہٰ حسین سے متاثر تھے۔ انہیں کی کوششوں سے ۱۹۳۰ء میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے وظیفہ پر پیرس گئے۔ ۱۹۳۹ء میں وطن واپس آکر قاہرہ یونیورسٹی میں لیکچرار مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۲ء میں یونیورسٹی آف الیگزینڈریہ سے منسلک ہوئے۔ ۱۹۴۳ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۴۴ء میں یونیورسٹی سے استعفادے کے اخبار "المصری" کی ادارت کی۔ ۹۴۶ء میں کیمونسٹ خیالات کی بنا پر اخبار بند ہوا تو "سوۃ الامہ" کے مدیر بن گئے۔ ۱۹۴۸ء میں بطور بیرسٹر رجسٹر ہوئے۔ ۱۹۴۹ء میں وفد پارٹی کی طرف سے حکومت میں شامل ہوئے۔ ۱۹۵۶ء میں رومانیہ اور سوویت یونین کا سفر کیا۔ ۱۹۶۲ء میں ادب کا سٹیٹ انکریجمنٹ انعام حاصل کی۔ ۱۹۶۵ء میں قاہرہ میں وفات پائی۔ اہم تصنیف "المیزان الجدید" ہے۔ اس کتاب میں جدید عربی شاعری پر تنقید اور عربی شاعری میں اساطیری رجحانات پر بحث ملتی ہے۔ "الادب و مذاہبہ" بھی مشہور ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے فرانسیسی ادب کو عربی میں منتقل کیا۔[45]

---

[42] محمد حسن عسکری، مقالات محمد حسن عسکری (جلد اول)، لاہور: علم و عرفان پبلشرز، 2001، ص: 176-177

[43] www.arabphilosophers.com

[44] https://fa.wikifeqh.ir>محمد اعلیٰ بن علی فاروقی تھانوی

[45] Goldsmith, Arthur. Biographical Dictionary of Modern Egypt. P: 121-122

سید مناظر احسن گیلانی:

(۱۸۹۲ء۔۱۹۵۶ء)عالم دین ،قصبہ گیلان، ضلع پٹنہ بہار میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔چودہ سال کی عمر میں نو برس تک "ٹونک "مولانا حکیم برکات احمد صاحب اور محمد اشرف ملتانی سے معقولات میں تلمذ کا شرف رہا۔منقولات کے لئے دار العلوم دیوبند گئے اور وہاں محمود حسن دیوبندی، مولانا انور شاہ کشمیری، شبیر احمد عثمانی جیسے اساتذہ کے کامیاب ترین شاگرد رہ کر معقولات اور فقہ و حدیث کی تعلیم حاصل کی۔دو برس تک اس درسگاہ کے استاد اور رسالہ "القاسم "کے مدیر رہے۔۱۹۲۰ء میں جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں شعبہ دینیات کے لیکچرار مقرر ہوئے۔۱۹۵۰ء میں صدر شعبہ اور ڈین کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے وطن گیلان چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا اور اپنے آبائی قبرستان میں سپرد خاک ہیں۔لکھنے کا آغاز زمانہ طالب علمی میں کر دیا تھا اور چالیس برس تک مختلف علوم و فنون پر متعدد کتابیں اور سیکڑوں مضامین لکھے۔انہوں نے ہر تحریر میں اپنی فہم و فراست کی بلندی، وسعت مطالعہ اور قوت اجتہاد کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔پہلی کتاب ابوذر غفاری تھی۔دیگر معرکتہ الآرا تصانیف میں "النبی الخاتم "،"ظہور نور ﷺ"،" الدین القیم "،تدوین قرآن"،" تدوین فقہ "،"تدوین حدیث"،" اسلامی معاشیات "،"حضرت امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی "،"تذکرہ شاہ ولی اللہ"،"ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت "،"مقالات احسانی" ،" تفسیر سورہ کہف "،"احاطۂ دار العلوم میں بیتے ہوئے دن"،"عرض احسن"،"سلوک و آداب"،"کائنات روحانی"وغیرہ شامل ہیں۔قادریہ سلسلے میں حضرت حبیب الحید روس بغدادی ثم حیدرآبادی سے اور چشتیہ سلسلے میں حضرت محمد حسین صاحب حیدرآبادی سے بیعت اور خلافت لیے ہوئے تھے۔[46]

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی:

(۱۹۰۳ء۔۱۹۷۹ء)جماعت اسلامی کے بانی، ممتاز عالم دین اور مفسر قرآن، اورنگ آباد، دکن میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم گیارہ برس تک والد کی نگرانی میں گھر پر حاصل کی۔۱۹۱۴ء میں گیارہ برس کی عمر میں مولوی کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ بعد ازاں مدرسہ فرقانیہ اورنگ آباد میں آٹھیں جماعت میں داخل ہوئے۔باضابطہ تعلیم صرف میٹرک تک ہی حاصل کی تھی لیکن خداداد صلاحیت ، ذہانت، ذاتی محنت سے عربی ،فارسی، اردو اور انگریزی میں ماہر ہو گئے۔والد محترم کے انتقال اور مالی مشکلات کی وجہ سے پندرہ یا سترہ برس کی عمر میں صحافت کا آغاز کر دیا ۔"مدینہ ، بجنور"، تاج، جبل پور"،"جمعیت العلمائے ہند کے اخبار مسلم "اور "الجمہوریہ "جیسے اخبارات اور رسائل کے مدیر رہے۔ہندومت کو فروغ دینے والی "شدھی "اور " سنگھٹن" تحریکوں پر کڑی تنقید کی۔ ۱۹۳۲ء میں "الجہاد فی الاسلام "اور "رسالہ "دینیات "کی بدولت پورے ہندوستان میں شہرت ہو گئی۔حیدرآباد دکن سے ماہنامہ "ترجمان ۱۹۳۸ء میں علامہ اقبال سے مراسلت اور مشاورت کے بعد میں پنجاب آ گئے۔۲۶ اگست ۱۹۴۱ء میں لاہور میں ۷۷ افراد کے القرآن "جاری کیا۔[47]

تاسیسی اجتماع میں "جمعیت اسلام پارٹی" قائم کی اور خود امیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۳ء میں پٹھان کوٹ میں سکونت اختیار کی۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور میں قیام کیا۔اکتوبر ۱۹۴۷ء میں پہلی بار قربانی کے موضوع پر ریڈیو پاکستان سے تقریر نشر ہوئی۔۱۹۴۸ء میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جدوجہد کا آغاز کیا۔۱۹۵۳ء میں فوجی عدالت نے تحریک ختم نبوت کے حوالے سے اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے سلسلے میں سزائے

46 ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہانپوری، مولانا سید مناظر احسن گیلانی (شخصیت اور سوانح)، پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، 2006، ص: 188

47 زاہد حسین انجم، اردو جامع انسائیکلوپیڈیا (جلد دوم)، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1988، ص: 1316

موت کی سزا سنائی۔ پورے عالم اسلام کے احتجاج کے نتیجے میں سزائے موت، عمر قید میں تبدیل ہو گئی۔ ۱۹۵۵ء میں قید سے رہائی ملی۔ صدر ایوب نے ان کی جماعت پر پابندی لگا دی۔ پابندی کے زمانے میں انتحقیق و مطالعہ اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔ ۱۹۶۳ء میں مکہ معظمہ میں عالمی اسلامی کانفرنس میں شریک ہوئے اور اسی سال ان پر قاتلانہ حملہ ہوا لیکن بچ گئے۔ جنوری ۱۹۶۴ء میں دوبارہ گرفتار ہوئے اور نومبر ۱۹۶۴ء میں سپریم کورٹ نے آزادی کا حکم دیا۔ ۱۹۶۷ء میں رویت ہلال کے مسئلے پر گرفتار ہوئے۔ ۱۹۷۰ء میں ان کی اپیل پر "یومِ شوکت اسلام" منایا گیا ۔ ۱۹۷۲ء میں مسلسل علالت اور کمزوری کی وجہ سے جماعت اسلامی کی امارت اور عمل سیاست سے علیحدہ ہو کر خالص علمی و تحقیقی کام شروع کیا۔ ۱۹۷۹ء میں "شاہ فیصل ایوارڈ" ان کے صاحبزادے نے وصول کیا۔ متعدد دینی و سیاسی مسائل پر کتابیں یادگار ہیں جن میں "سیاسی کشمکش (دو جلدیں)"، "تنقیحات"، "تفہیم القرآن (تفسیر قرآن پاک چھے جلدیں) "، "سود"، "مسئلہ قومیت"، اور "مسئلہ جبر و قدر" شامل ہیں۔ تصانیف کے موضوعات دینیات، تاریخ، سیاست، عمرانیات، قانون، معاشیات، تعلیم اور خاص طور پر قرآن و حدیث ہیں۔[48]

ان اسلامی علما اور فلسفیوں کے مطالعے سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر سہیل احمد خان نے وسعت قلبی و ذہنی سے ان شخصیات کے متصوفانہ نظریات و عقائد کی باریکیوں اور نزاکتوں کو بخوبی سمجھا اور پرکھا ہے۔ مفکرین و عالمانِ دین و اسلام کی فلسفیانہ اور محققانہ کاوشوں کی گیرائی اور اپچ کو نہ صرف داد دی بلکہ علم و ادب کے قارئین کو قدیم و جدید اسلامی صوفیانہ نظریات اور سائنسی انداز فکر سے بھی روشناس کروایا۔

[48] سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا (جلد اول)، لاہور: الفیصل، 2008، ص: 106-107